ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

تفسیرِ قرآن میں تابعینؒ کی تعبیر و تشریح کا اختلاف: ایک جائزہ

A Study of the Differences in the Interpretation and Explanation of the Quran by the Tabi'in

Abdullah Sagheer Aasi
PhD Scholar, Dapartment of Islamic Thoughts & Civilization, AIOU, Islamabad.
abdullahsagheeraasi7@gmail.com
Dr. Tahir Islam Askari
Assistant Professor, Department of Islamic Thoughts and Civilization, AIOU, Islamabad.
Tahir.islam@aiou.edu.k

Abstract

Interpretation of the Holy Qur'an is a vast area that includes the explanation of the verses of the Qur'an by different scholars at different times. After the death of Holy Prophet SAWW, Sahaba R.A. continued interpreting the Quranic verses in the light of Prophet SAWW's teachings. Later, Tabi'een continued the legacy. Tabi'een are those individuals who received knowledge directly from the Sahaba and carried forward the interpretations of the Qur'an and Sunnah. The period of the Tabi'een is of special importance in that they helped to better understand the meanings of the Qur'an in the light of the traditions of the Companions and their interpretation. Notable commentators from the Tabi'in era include Mujahid, Ata' ibn Abi Rabah, Ikrimah, Sa'id ibn Jubayr, Hasan al-Basri, Abu Aliyah, Masruq, Qatadah, and others. The tafsirs of the Tabi'in hold greater significance compared to those of later commentators because they are part of the "best of generations" (khayr al-quroon). It is also a fact that the Tabi'in had a much deeper knowledge of the Arabic language and its linguistic styles compared to those who came after them. However, differences of interpretation arose between them which became an important part of Islamic intellectual heritage also. In order to understand the reasons for the differences among Tafseers, we need to examine their scholarly background, principles, and methods. The first reason is the difference in their education and training. Some followers acquired knowledge of the Qur'an directly from the Companions, while others received education from various scholars and Islamic institutes. Tafsirs of subjects of different educational backgrounds became a major cause of differences. Another reason is geographical conditions. The Tabieen lived in different areas, such as Makkah, Madinah, Kufa, and Basra. Each region had its own special traditions and cultures, which influenced the exegetical thinking of the followers. For example, the followers of Makkah mostly relied on the tafsir of Abdullah bin Abbas, while those in Kufa relied on the tafsir of Abdullah bin Masud. The third reason is the difference in oral traditions. The Tabieen received the interpretation of the Qur'an in the form of tradition from the Companions, due to which some traditions differed. This difference was based on different interpretations of oral traditions which later caused differences among the Tabi'een. The fourth reason is the importance of Ijtihad. The Tabi'een used their own ijtihadat to interpret the Qur'an and included their own thinking and principles. Their ijtihad sometimes differed, leading to differences in interpretation happened. The article also suggests that during reading tafseer of tabi'in, we should keep in mind the differenes of their interptretation, differene in their education, their wisdom, their geogtraphical scenario, their languages and the culture they were following. Also the political background matters.

Keywords*: Exegesis, Tabi'een, Interpretation, Differences, Ijtihad*

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

تعارف موضوع

تفسیرِ قرآن ایک ایسا وسیع علمی میدان ہے جس میں علماء تفسیر نے مختلف زمانوں میں قرآن کی آیات کی وضاحت کی ہے۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے تو مرکزِ ہدایت آپ ﷺ ہی کی ذات ہوا کرتی تھی اور صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوا کرتے تھے، آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد صحابہ کرامؓ نے اس علمی ورثے کو آگے بڑھایا۔ عصرِ صحابہؓ کے بعد تفسیر کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اس مرحلہ کی ابتدا عصر تابعینؒ سے ہوئی جنھوں نے اصحابِ رسولؐ کے چشمۂ فیض سے دل بھر کر اپنی پیاس بجھائی۔ تابعینؒ وہ شخصیات ہیں جنھوں نے صحابہ کرامؓ سے براہ راست علم حاصل کیا اور قرآن و سنت کی تشریحات کو پوری ایمانداری کے ساتھ اگلی امت تک پہنچایا۔ تابعینؒ کے عہد کے مفسرین میں مجاہدؒ عطاء بن ابی رباحؒ، عکرمہؒ سعید بن جبیرؒ حسن بصریؒ، ابو العالیہؒ مسروقؒ اور قتادہؒ وغیرہ ممتاز ہیں۔ غالباً سب سے پہلے فنِ تفسیر کی ابتدا جنھوں نے کی، وہ سعید بن جبیرؒ ہیں۔ مکہ، مدینہ منورہ، بصرہ اور کوفہ اس دور میں علمِ تفسیر کے اہم مراکز تھے۔ مکہ میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے اصحاب و تلامذہ مثلاً سعید بن جبیرؒ عطاء بن ابی رباحؒ، مجاہدؒ عکرمہؒ اور طاؤسؒ کا فیض جاری تھا، ان میں مجاہدؒ کا پایہ سب سے بلند ہے۔ مدینہ میں علمِ تفسیر کی تاسیس کا سہرا حضرت اُبی بن کعبؓ کے سر ہے، اکثر نامور تابعینؒ نے آپؓ سے کسبِ فیض کیا۔ تابعینِ مدینہ میں زید بن اسلمؒ ابو العالیہؒ اور محمد بن کعب قرظیؒ کے اسماء قابلِ ذکر ہیں۔ کوفہ میں علم تفسیر کی بنیاد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے ہاتھوں پڑی۔ آپؓ سے فیض یاب ہونے والوں میں سے علقمہؒ مسروقؒ، اسودؒ اور عامر شعبیؒ نے شہرت حاصل کی۔ بصرہ میں حضرت علیؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سے فیض حاصل کرنے والے مشہور تابعی حسن بصریؒ کی ذات تفسیرِ قرآن میں مرجعِ خلائق تھی۔ اس دور میں بھی تفسیری اقوال کو بطریق روایت ہی نقل کیا جاتا تھا۔ تابعینؒ کی تفاسیر اس لحاظ سے بعد میں آنے والے مفسرین کی تفاسیر سے زیادہ اہمیت کی حامل ہیں کہ وہ خیر القرون میں شامل ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تابعینؒ کی زبان دانی اور اسالیبِ عرب سے واقفیت بعد والوں کی بانسبت بہت زیادہ ہے۔ تابعینؒ کی تفاسیر کی اہمیت سے متعلق امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ جو کوئی صحابہؓ کے حالات سے واقف ہے، مثلاً حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ کے حالات سے باخبر ہے، وہ یہ بھی یقین سے جانتا ہے کہ ان میں سے کوئی صحابیؓ رسول اللہ ﷺ پر کذبِ عمد کا مرتکب نہیں ہو سکتا، یعنی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بول سکتا، یہ ان صحابیوںؓ کا حال ہے لیکن جو صحابیؓ ان سے بلند درجے کے ہیں، ان پر تو اور بھی شک نہیں ہو سکتا، یہ معاملہ ایسا ہی ہے جیسے تمہیں اپنی ذاتی واقفیت اور طویل تجربے سے کسی شخص کے بارے میں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ نہ تو چوری کر سکتا ہے نہ قزاقی کے گناہ سے آلودہ ہو سکتا ہے، نہ جھوٹی گواہی دینا ہی اس سے ممکن ہے۔ یہی حال مدینے، مکے، شام اور بصرے کے تابعینؒ کا ہے۔ جس کسی کو مثلاً ابو صالح سمانؒ، حمید بن قیس اعرجؒ، سلیمان بن یسارؒ، زید بن اسلمؒ وغیرہ کے حالات سے واقفیت ہے، یقین سے جانتا ہے کہ یہ لوگ جان بوجھ کر جھوٹ سے آلودہ نہیں ہو سکتے، پھر ان سے بلند پایا تابعینؒ کا کیا کہنا جیسے محمد بن سیرینؒ، قاسم بن محمدؒ، سعید بن المسیبؒ، عبیدہ بن عمرو سلیمانیؒ، علقمہؒ اور اسودؒ وغیرہ۔[1] تابعینؒ کا دور اس اعتبار سے خاص اہمیت رکھتا ہے کہ انہوں نے قرآن کے معنی و

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

مفہوم کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے صحابہؓ کی روایات اور ان کی تفاسیر کی روشنی میں اجتہاد کیا، تاہم ان کے درمیان تفاسیر میں اختلافات بھی پیدا ہوئے جو اسلامی علمی ورثے کا ایک اہم حصہ بنے۔ امام ابن تیمیہؒ اپنے رسالہ "مقدمہ اصول تفسیر" میں لکھتے ہیں کہ تفسیرِ قرآن کے معاملے میں تابعینؒ میں اگرچہ صحابہؓ سے زیادہ اختلاف ہے لیکن بعد والوں کے مقابلے میں پھر بھی کہیں کم ہے کیونکہ ہر بہتر زمانے میں اتفاق، ہم آہنگی اور علم و بیان زیادہ ہی پایا جاتا ہے۔ تابعینؒ میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے پوری تفسیر صحابہؓ سے حاصل کی تھی، جیسے مجاہدؒ کہتے ہیں کہ میں نے مصحفِ قرآنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے پیش کر دیا، ہر آیت پر انہیں ٹھہراتا اور ان سے مطلب سمجھتا، اسی لیے امام سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تمہیں تفسیر "مجاہد رحمہ اللہ" سے پہنچے تو بس بالکل کافی ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ مجاہدؒ کی تفسیر پر بھروسہ کرتے ہیں، اسی طرح امام احمدؒ وغیرہ، جنہوں نے تفسیر مرتب کی ہیں، دوسروں کے مقابلے میں مجاہد سے زیادہ روایت کرتے ہیں، غرض کہنے کی بات یہ ہے کہ تابعینؒ نے تفسیر بھی اسی طرح صحابہؓ سے حاصل کی ہے، جس طرح علمِ سنت ان سے پایا ہے۔[2] تفسیرِ تابعینؒ میں اختلاف کی وجوہات کو سمجھنے کے لیے ہمیں ان کے علمی پس منظر، اصولوں اور طریقوں کا جائزہ لینا ہوگا۔ سب سے پہلی وجہ ان کی تعلیم و تربیت میں پایا جانے والا اختلاف ہے، بعض تابعینؒ نے علمِ قرآن کو براہ راست صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا جبکہ دیگر نے براہ راست صحابہ کرامؓ کی بجائے اپنے عہد کے دیگر تابعینؒ اور مدارس سے تعلیم حاصل کی۔ یہ مختلف تعلیمی پسِ منظر تابعینؒ کے تفسیری اختلاف کی ایک بڑی وجہ ہے۔ اس کی دوسری اہم وجہ ان کے جغرافیائی حالات بھی ہیں۔ تابعینؒ مختلف علاقوں میں مقیم تھے، جیسا کہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، شام اور بصرہ وغیرہ۔ یقیناً ہر علاقے کی اپنے خاص روایات اور الگ ثقافت تھی جو تابعینؒ کی تفسیری سوچ پر اثر انداز ہوئی۔ مثلاً مکہ کے تابعینؒ زیادہ تر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر پر انحصار کرتے تھے جبکہ کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تفسیر کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔[3]

اس اختلاف کی تیسری وجہ زبانی روایات کا فرق بھی ہے۔ تابعینؒ نے قرآن کی تفسیر کو روایت کی صورت میں صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا، جس کے باعث بعض روایات میں اختلاف پیدا ہو گیا، اسی طرح ایک اہم وجہ تابعینؒ کا اپنا اپنا اجتہاد بھی ہے۔ تابعینؒ نے اپنے اپنے اجتہادات کو قرآن کی تفسیر کے لیے استعمال کیا اور اس میں ان کی اپنی اپنی سوچ اور اپنے اپنے اصول شامل ہوتے تھے، ان کا اجتہاد بعض اوقات مختلف ہوتا تھا، جس کی وجہ سے تفسیری اختلافات پیدا ہو جاتے تھے، ایک اور اہم وجہ تابعینؒ کے دور کے سیاسی اور معاشرتی حالات بھی ہیں۔ تابعینؒ کے دور میں مختلف فتنوں، سیاسی تبدیلی اور معاشرتی حالات نے بھی ان کے تفسیری نظریات پر اثرات چھوڑے، ان تمام عوامل کے نتیجے میں تابعینؒ کی تفاسیر میں اختلافات پیدا ہوئے جو اسلامی علوم کی ترقی کا باعث بنے۔ ان اختلافات نے نہ صرف علمِ تفسیر کو متنوع بنایا بلکہ مسلمانوں کو قرآن کریم کو مختلف زاویوں سے سمجھنے کا موقع بھی فراہم کیا۔ ان اختلافات کی ایک بڑی وجہ اختلافِ تنوع ہے۔

اختلافِ تنوع

اختلافِ تنوع سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک تابعیؒ کسی کلام کی تعبیر ایسی کرے کہ دوسرا کوئی نہ کرتا ہو، جبکہ مسمیٰ ایک ہونے کے باوجود مفہوم آپس میں نہ ملتے ہوں۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ ایک لفظ مشترک المعانی ہوتا ہے اور ہر کوئی اپنے فہم کے مطابق کوئی ایک معنی متعین کرلیتا ہے جبکہ اس کی مراد ایک ہی چیز ہوتی ہے۔

مثال

مثلاً "اهدنا الصراط المستقیم" کی تفسیر میں امام حسن بصریؒ اور ابو عالیہؒ اس سے مراد "دینِ اسلام" لیتے ہیں، جبکہ امام مجاہدؒ اس سے مراد "اللہ کے دین کی طرف رہنمائی کرنے والا راستہ" اور اسی طرح کچھ مفسرین اس سے مراد "کتاب اللہ" بیان کرتے ہیں، اگرچہ یہ تمام اقوال متفقہ ہیں لیکن وصف کا فرق ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے اپنے رسالہ "مقدمہ اصولِ تفسیر" میں اسی "صراط المستقیم" کی تشریحات کے اختلافات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ صراط مستقیم کی تفسیر میں بعض سلف نے فرمایا کہ وہ قرآن ہے۔ یہ قول نبی ﷺ کے اس ارشاد کی پیروی میں ہے، جو ترمذی اور ابو نعیم میں متعدد طرق سے مروی حدیث علیؓ میں موجود ہے کہ فرمایا قرآن "حبل اللہ المتین" ہے، ذکرِ حکیم ہے اور وہی صراط مستقیم ہے۔ یہ تفسیر بعض سلف کی ہے لیکن بعض دوسرے بزرگان سلف کا قول ہے کہ صراط مستقیم "اسلام" ہے اور یہ قول نواس بن سمعانؓ کی اس حدیث کے تتبع میں ہے جو سنن ترمذی وغیرہ میں آئی ہے، جس میں ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے صراط مستقیم کی یہ مثال دی ہے کہ صراط کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں اور دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہیں اور دروازوں پر پردے چھٹے ہوئے ہیں، ایک منادی صراط کے اوپر سے پکار رہا ہے اور دوسرا منادی صراط کے سرے پر سے پکار رہا ہے، فرمایا، تو صراط مستقیم اسلام ہے اور دیواریں حدودِ الٰہی ہیں، کھلے ہوئے دروازے محارمِ الٰہی ہیں اور صراط کے ایک سرے کا منادی "کتاب اللہ" ہے اور دوسرے سرے کا منادی "قلب مومن میں واعظِ الٰہی یعنی ضمیر" ہے۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم کی یہ دونوں تفسیریں ظاہر میں مختلف معلوم ہوتی ہیں لیکن حقیقت میں مختلف نہیں بلکہ متفق ہیں، ایک ہیں، کیونکہ دینِ اسلام اتباعِ قرآن ہی کا دوسرا نام ہے، لیکن ہوا یہ کہ ہر مفسر نے ایسے وصف کی طرف اشارہ کیا جو دوسرے کے وصف سے الگ تھا۔ اسی طرح صراط مستقیم کی تفسیر "سنت وجماعت سے، طریقِ عبودیت سے، طاعت اللہ والرسول" وغیرہ سے بھی کی گئی ہے، مگر سب لفظ ایک ہی ذات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ان مفسرین میں کوئی اختلاف نہیں، ہر ایک نے کسی ایک صفت کو بیان کیا ہے۔[4]

ایسے ہی "من" کی تفسیر میں امام شافعیؒ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مرد یہ ہے کہ درختوں پر خوراک اترتی تھی، جبکہ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ گوند کی طرح تھی، قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ "من" برف کی مانند تھی اور سدیؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ زنجبیل تھی۔[5]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

تابعین کرامؒ نے قرآن کریم کے مختلف پہلوؤں کو اپنے اپنے زاویہ نظر سے دیکھا ہے، یہ اختلاف بنیادی طور پر تشریح کے تنوع کی صورت میں سامنے آتا ہے، مثلاًایک ہی آیت کے مختلف تابعینؒ نے مختلف معانی بیان کئے ہیں، جو کہ اختلافِ تنوع ہی کا نتیجہ ہیں۔ اختلافِ تنوع کا مطلب کچھ اس طرح بھی ہے کہ مختلف تابعینؒ ایک ہی آیت کو مختلف نظریات اور مفاہیم کے تحت سمجھتے ہیں، جو ان کے ذاتی، فکری تناظر اور علمی پسِ منظر پر منحصر ہوتا ہے۔ اس علمی تنوع کی وجوہات درج ذیل ہوسکتی ہیں:

تابعی کا ذاتی فہم

ہر تابعی کا ذاتی علم و فہم، تجربہ اور بصیرت ہوتی ہے، جس کی روشنی میں وہ تفسیر کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے آیت کی تشریح میں ان کے درمیان اختلاف پیدا ہوسکتا ہے۔

عصری اور جغرافیائی صورتحال

تابعینؒ کے مختلف دور اور مقامات کی بنیاد پر ان کی تفاسیر میں تنوع آسکتا ہے۔

مختلف مآخذِ علم

تابعینؒ کی مختلف علمی مدارس سے وابستگی بھی ان کی تفصیلی آراء پر اثرانداز ہوسکتی ہیں۔

مثال

مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت "شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن" کے بارے میں مختلف تابعینؒ کی آراء مختلف ہیں، بعض نے اس آیت کو رمضان کی فضیلت کے تناظر میں بیان کیا ہے جبکہ بعض نے اس کو قرآن کے نزول کے تناظر میں بیان کیا ہے۔[6] امام ابن جریر طبریؒ نے اس آیت کو رمضان کی فضیلت کے تناظر میں بیان کیا ہے، ان کی تفسیر کے مطابق رمضان کے مہینے کو اس وجہ سے خاص طور پر اہمیت دی گئی کہ اس مہینے میں قرآن نازل ہوا، جو رمضان کی برکت اور فضیلت کو ظاہر کرتا ہے[7]۔ جبکہ امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کو قرآن کے نزول کے تناظر میں بیان کیا، ان کے مطابق آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رمضان کے مہینے میں قرآن نازل ہوا اور یہ ایک عظیم شرف ہے جو اس مہینے کو دوسرے مہینوں سے ممتاز کرتا ہے۔[8] اختلافِ تنوع کی تفاسیر کی بنیاد پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن کی آیات کی تشریح میں مختلف زاویہ نگاہ کے نتیجے میں تنوع پیدا ہوجاتا ہے اور یہ قرآن کی گہرائی اور معنویت کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

اختلافِ تضاد

اختلافِ تضاد اس وقت پیدا ہوتا ہے جب مختلف تابعینؒ کے نظریات میں تضاد ہو۔ یہ اختلاف زیادہ تر ان آیات میں ہوتا ہے جہاں قرآن کی مختلف تشریحات پیش کی گئی ہیں۔ بعض اوقات تابعینؒ کے مابین روایات میں اختلافات کی بنا پر بھی تضاد پیدا ہوتا ہے۔ اختلافِ تضاد اس

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

وقت بھی ابھرتا ہے جب مختلف تابعینؒ ایک ہی آیت کی تشریح میں ایسی آراء پیش کرتے ہیں جو ایک دوسرے سے متضاد ہوتی ہیں، یہ تضاد بنیادی طور پر درج ذیل وجوہات کی بنا پر ہو سکتا ہے:

تشریحات میں اختلاف

قرآن کریم کی بعض آیات کی تشریح مختلف تابعینؒ مختلف طریقوں سے کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی آراء میں تضاد پیدا ہوتا ہے۔

روایات میں اختلاف

یعنی ایک ہی حدیث یا روایت مختلف سندوں سے مروی ہو تو اس کے مختلف متون کی وجہ سے بھی تضاد ہو سکتا ہے۔

معنوی اور قانونی تفاسیر

تابعینؒ کے درمیان قرآن کی آیات کی معنوی اور قانونی تشریحات میں بھی تضاد ہو سکتا ہے۔

مثال

جیسے سورۃ النساء کی آیت "**فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى و ثلاث و رباع**" کے بارے میں مختلف تابعینؒ کی آراء میں تضاد پایا جاتا ہے۔ بعض تابعینؒ نے اس آیت کو تعددِ ازدواج کی اجازت کے تناظر میں بیان کیا ہے جبکہ بعض نے اسے خاص حالات میں مشروط قرار دیا ہے۔[9]

امام ابن جریر طبریؒ نے اس آیت کو تعددِ ازدواج کی اجازت کے تناظر میں بیان کیا ہے، ان کے مطابق اس آیت میں مردوں کو چار بیویوں تک نکاح کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور یہ کسی بھی حالت میں جائز ہے بشرطیکہ عدل و انصاف برقرار رکھا جائے۔[10]

جبکہ امام ابن حزمؒ نے اس آیت کی تشریح میں مخصوص حالات کی شرط لگائی ہے، ان کے مطابق تعددِ ازدواج کی اجازت مخصوص حالات اور ضرورت کے تحت ہے اور یہ عمومی اجازت نہیں بلکہ مشروط ہے۔[11]

اس مثال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اختلافِ تضاد کے ضمن میں قرآن کریم کی بعض آیات کی تشریح میں تابعینؒ کی آراء میں تضاد آ سکتا ہے، جو کہ مختلف تفسیری نظریات اور روایات کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

اختلافِ تعبیر

اختلافِ تعبیر سے مراد یہ ہے کہ مختلف تابعینؒ نے قرآن کریم کی آیات کو اپنی فہم اور تعبیر کے مطابق بیان کیا ہے۔ یہ اختلاف ان کے علمی معیار اور تجربات کی بنا پر پیدا ہو سکتا ہے۔ اختلافِ تعبیر کا مطلب ہے کہ تابعینؒ قرآن کی آیات کی تفہیم اور بیان میں مختلف آراء رکھتے ہیں، ان کے مختلف تجربات، علمی معیار اور علمی رویوں کے باعث ایک ہی آیت کی تعبیر میں اختلاف آسکتا ہے۔ یہ اختلاف قرآن کی آیات کی گہرائی اور پیچیدگی کو اجاگر کرتا ہے اور تفسیری تنوع کو ظاہر کرتا ہے۔

مثال

جیسے سورۃ الفاتحہ کی آیت "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" کے بارے میں مختلف تابعینؒ نے مختلف تعبیرات پیش کی ہیں، بعض مفسرین نے "المغضوب علیھم" کو یہودیوں سے منسوب کیا ہے جبکہ بعض نے اسے کفار کے تناظر میں بیان کیا ہے۔[12]

امام ابن جریر طبریؒ نے اس آیت کی تعبیر میں " المغضوب علیھم" کو یہودیوں سے منسوب کیا ہے، ان کے مطابق یہودیوں کو مغضوب قرار دیا گیا ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ کی ہدایت کو قبول نہیں کیا اور ان کی مثال اس آیت میں دی گئی ہے۔[13]

جبکہ دوسری طرف امام ابن کثیرؒ نے اسی آیت کی تعبیر میں " المغضوب علیھم" کو کفار کے تناظر میں بیان کیا ہے، ان کے مطابق " المغضوب علیھم" سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا، ان میں یہودی بھی شامل ہو سکتے ہیں لیکن اس تعبیر میں زیادہ عمومی نوعیت کا اشارہ ہے۔[14]

اختلافِ تعبیر کی تفاسیر کی بنیاد پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی آیات کی تعبیر میں تابعینؒ کی فہم، تجربات اور علمی معیار کے مطابق مختلف آراء سامنے آسکتی ہیں، جو کلام کی معنویت اور گہرائی کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

اختلافِ روایت

یہ اختلاف اس وقت پیدا ہوتا ہے جب تابعینؒ کے مابین مختلف روایات منقول ہوں۔ مثلاً ایک حدیث کی سند میں فرق کی وجہ سے تفسیر میں اختلاف ہو سکتا ہے، یعنی اختلافِ روایت کا مطلب ہے کہ مختلف تابعینؒ کسی ایک حدیث یا روایت کے مختلف متون یا سندوں پر مبنی تفسیر پیش کرتے ہیں۔

مثال

سورۃ النور کی آیت "والذین یرمون المحصنات" میں اختلافِ روایت کی واضح مثال موجود ہے۔ امام ابن جریر طبریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ "محصنات" سے مراد عفت و پاکدامنی کی حامل عورتیں ہیں۔ ان کی تفسیر کے مطابق یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو ایسی خواتین پر الزام لگاتے ہیں جن کی عفت کی تصدیق ہو چکی ہو۔[15]

جبکہ امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں مختلف راویوں سے نقل کیا ہے کہ "محصنات" سے مراد وہ خواتین ہیں جنہیں اسلامی قوانین کے مطابق پاکدامن مانا جاتا ہے، لیکن اس میں بعض حالات میں مختلف تفاسیر پیش کی گئی ہیں جو سند میں اختلاف کی وجہ سے ہیں۔[16]

اختلافِ روایت کی تفاسیر کی بنیاد پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک ہی آیت کی تفسیر مختلف روایات کے سبب مختلف ہو سکتی ہے اور یہ اختلاف قرآن کریم کی تفہیم میں گہرائی اور تفصیل کی نشاندہی کرتا ہے۔

اختلافِ لغوی

یہ اختلاف اس وقت پیدا ہوتا ہے جب مختلف تابعینؒ نے ایک لفظ یا عبارت کے مختلف لغوی معانی بیان کئے ہوں۔

مثال

سورۃ الحجرات کی آیت "یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی" میں لفظ "ناس" کے مختلف لغوی معانی بیان کئے گئے ہیں، کچھ تابعینؒ نے "ناس" کو انسانیت کی عمومی جمع کی صورت میں لیا، جس کا مطلب ہے کہ یہ آیت تمام انسانوں کو مخاطب کرتی ہے۔اس تفسیری رائے کے مطابق "ناس" ایک وسیع اور عام مفہوم رکھتا ہے جو تمام نسلِ انسانی کو شامل کرتا ہے۔[17]

جبکہ اس کے برعکس بعض تابعینؒ نے "ناس" کے لغوی معنی کو مخصوص گروہوں یا طبقوں تک محدود کیا۔ان کے نزدیک "ناس" کا مفہوم مختلف ثقافتی، جغرافیائی یا معاشرتی سیاق و سباق کے مطابق مختلف ہو سکتا ہے۔اس نقطہ نظر کے تحت "ناس" کا لفظ کسی خاص قوم، علاقے یا زمانے کے لوگوں کی طرف اشارہ کرتا ہے، جو کہ مخصوص تاریخی یا معاشرتی حالات میں اس آیت کی تشریح پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔یہ اختلاف اس بات کو واضح کرتا ہے کہ قرآن کے الفاظ کی تفسیری تشریحات میں لغعی تنوع بھی پایا جاتا ہے اور یہ اختلاف تابعینؒ کے مختلف علمی پسِ منظر، لغوی مہارت منحصر ہوتا ہے۔اس طرح کے اختلافات قرآن کی تفہیم اور اس کے معانی کی گہرائی کو بڑھانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں اور مختلف مکاتبِ فکر کی علمی وراثت کو اجاگر کرتے ہیں۔

اختلافِ ماخذ

تابعینؒ کے پاس تفسیر کے مختلف ماخذ تھے، جن کی بناء پر ان میں اختلافات پیدا ہو جاتے تھے۔ بعض تابعینؒ تفسیر کے لیے اسرائیلی روایات سے مدد لیتے تھے جبکہ دوسرے صرف صحابہ کرامؓ کے اقوال اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر انحصار کرتے تھے۔اس اختلافِ ماخذ کی بنا پر بھی تفسیر میں فرق آجاتا ہے۔

مثال

سورۃ البقرہ میں "واذقال ربک للملائکۃ" کی تفسیر میں بعض تابعینؒ اسرائیلی روایات سے مدد لیتے تھے جبکہ دوسرے صرف اسلامی روایات پر انحصار کرتے تھے[18]، جس کی وجہ سے تفسیر میں اختلاف پیدا ہو گیا۔

جغرافیائی اختلافات

تابعینؒ کے تفسیری اختلافات میں علاقائی اثرات ایک اہم عامل کے طور پر شامل ہیں۔ان کے رہائشی مقامات، زبان اور علاقائی ثقافت ان کی تفسیری تشریحات پر گہرا اثر ڈالتے تھے۔مکہ، مدینہ، بصرہ اور کوفہ جیسے مراکز میں رہنے والے تابعینؒ کی تفاسیر میں ان علاقوں کے مخصوص رسم ورواج، زبان اور ثقافت کا رنگ نظر آتا ہے۔

مکی تابعینؒ

مکہ کے تابعینؒ نے مکہ کی زبان اور رسم ورواج سے متاثر ہو کر قرآن کی تفسیر کی۔مکہ کے لوگ شاعری اور فصاحت میں ماہر تھے، جس کا اثر ان کی تفاسیر میں بھی ملتا ہے۔جیسا کہ امام مجاہد بن جبیرؒ کی تفسیر میں مکہ کی فصاحت اور بلاغت کی جھلک نمایاں ہے۔[19] انہوں نے قرآن کے الفاظ کی لغوی تفصیلات پر زیادہ زور دیا اور آیات کی تفسیر کرتے وقت مکہ کی زبان کے محاورات کا استعمال کیا۔

مدنی تابعینؒ

مدینہ کے تابعینؒ نے اپنی تفسیری تشریحات میں مدینہ کی زبان اور ثقافت کا اثر قبول کیا۔مدینہ کے لوگ علمی مجالس اور فقہی مسائل میں ماہر تھے، جس کا اثر ان کی تفسیری تشریحات میں ظاہر ہوتا ہے۔جیسے کہ زید بن اسلم عدویؒ اور ابن شہاب الزہریؒ[20] کی تفاسیر میں مدینہ کی فقہی روایت کا اثر نمایاں ہے۔انہوں نے آیات کی تفسیر کرتے وقت مدینہ کے فقہی مسائل کو پیش نظر رکھا۔

تابعینِ بصرہ

بصرہ کے تابعینؒ نے بصرہ کی علمی اور فلسفیانہ ثقافت سے متاثر ہو کر قرآن کی تفسیر کی۔بصرہ کے لوگ علم الکلام اور فلسفہ میں ماہر تھے، جس کا اثر ان کی تفاسیر میں واضح ہے، جیسے کہ امام حسن بصریؒ کی تفسیر میں بصرہ کی فلسفیانہ جھلک نمایاں ہے۔[21] انہوں نے قرآن کی آیات کی تفسیر کرتے وقت عقلی دلائل اور فلسفیانہ مباحث کو شامل کیا ہے۔

تابعینؒ کوفہ

کوفہ کے تابعینؒ نے کوفہ کی علمی اور قانونی روایت سے متاثر ہو کر قرآن کی تفسیر کی۔کوفہ کے لوگ اسلامی قانون اور حدیث کی روایت میں ماہر تھے، جس کا اثر ان کی تفسیریں ظاہر کرتی ہیں۔جیسا کہ علقمہ بن قیس کی تفسیر میں کوفہ کی قانونی روایت کا اثر نمایاں ہے۔انہوں نے آیات کی تفسیر کرتے وقت قانونی مسائل کو پیش نظر رکھا اور حدیث کی روشنی میں تشریحات کیں۔

یہ مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ مختلف علاقوں کے تابعینؒ نے قرآن کریم کی تفسیر کرتے وقت اپنے علاقے کی زبان، ثقافت اور علمی روایت کو مدِ نظر رکھا، جس کی وجہ سے ان کی تفاسیر میں اختلاف واقع ہوا۔

تفسیر میں تابعینؒ کے اقوال کی حیثیت

اس ضمن میں راجح بات یہی ہے کہ تابعیؒ کے تفسیری قول کو حجت قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس کے حجتِ شریعہ ہونے کے دلائل قوی نہیں ہیں، لیکن بہر حال تابعیؒ کا قول بعد والوں کے قول سے بہتر ہے، اس لیے کہ انہوں نے تفسیر صحابہؓ سے سیکھی ہے اور عربی سلیقے سے بھی نسبتاً بہتر واقف ہیں۔بالخصوص مجاہدؒ، عکرمہؒ، سید بن جبیرؒ، عطا بن ابی رباحؒ، حسن بصریؒ، مسروقؒ، سعید بن المسیبؒ، ابو العالیہؒ، ربیعؒ، قتادہؒ اور ضحاکؒ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

جیسے کبار تابعینؒ کے اقوال، جب کہ سندِ صحیح سے ثابت ہوں، مفسرین کے ہاں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔[22] تفسیر میں تابعینؒ کے اقوال کی حیثیت جاننے کے ضمن میں درج ذیل باتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

اجماعِ تابعینؒ

امام ابن تیمیہ اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ جب تابعینؒ کا اجماع ہو جائے تو بلاشبہ وہ حجت ہے۔

اسرائیلیاتِ تابعینؒ

تابعینؒ اگر تفسیر میں اسرائیلی روایات کا سہارا لیں تو ان کا حکم وہی ہو گا جو اسرائیلی روایات کا ہے۔[23]

تابعینؒ کے اختلافی تفسیری اقوال

جب تابعینؒ میں اختلاف ہو تو ایک تابعی کا قول نہ دوسرے تابعی پر حجت ہو گا نہ بعد والوں پر، بلکہ ایسی صورت میں تفسیر کرتے ہوئے قرآن و سنت کی زبان، عام لغتِ عرب یا اقوال صحابہؓ کو مد نظر رکھنا چاہیے۔[24]

کسی ایک تابعی کا قول جبکہ اس کے مخالف کوئی دوسرا قول نہ ہو

اگر کسی آیت کی تفسیر میں ایک تابعی سے قول منقول ہے جبکہ دیگر تابعینؒ سے اس بارے میں کوئی قول منقول نہیں تو کیا وہ حجت ہے یا نہیں؟ اس بارے میں دونوں قسم کی آراء پائی جاتی ہیں:[25]

- جمہور کے نزدیک وہ حجت نہیں ہے۔
- بعض حنابلہ اور شوافع کے نزدیک حجت ہے بشرطیکہ کسی قول صحابی کے خلاف نہ ہو۔
- امام احمدؒ، امام شافعیؒ سے حجیت اور عدم حجیت دونوں اقوال منقول ہیں۔

تفسیرِ تابعینؒ کے بارے میں کچھ اہم اصول

امام ابن تیمیہؒ ہی کے مطابق تابعینؒ کی تفاسیر کو اختیار کرتے ہوئے درج ذیل اصولوں کو سامنے رکھنا چاہیے۔[26]

- تفسیرِ تابعینؒ کی سند پر تحقیق انتہائی اہمیت کے حامل ہے، بصورتِ دیگر اس کی حیثیت محض ایک تفسیری قول کی ہو گی۔
- تابعینؒ سے منقول تفاسیر کے تمام طرق اور الفاظ کو جمع کرنا ضروری ہے، اس صورت میں معانی اور مفاہیم زیادہ واضح صورت میں معلوم ہو جاتے ہیں۔
- تابعینؒ کے کئی اقوال باہم متضاد ہوتے ہیں بلکہ خود ایک تابعی سے متضاد اقوال منقول ہوتے ہیں، اس صورت میں اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو روایت اور درایت کی روشنی میں راجح قول اختیار کیا جائے گا۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

- تابعینؒ کے اکثر ثابت شدہ تفسیری اقوال میں تناقض و تضاد بالکل نہیں ہوتا، محض تعبیرات میں ظاہری اختلاف ہوتا ہے، جسے اختلافِ تنوع کہا جاتا ہے۔
- تابعینؒ کے ثابت شدہ قول سے انحراف کرتے ہوئے کوئی ایسا نیا قول اختیار نہیں کیا جا سکتا جو اقوالِ سلف سے معارض ہو اور جسے اختیار کرنے سے سلف کی تردید لازم آتی ہو۔
- اگر بظاہر مخالف تفسیری اقوال میں جمع و تطبیق کا کوئی امکان نہ ہو' اور بقول ابن تیمیہؒ ایسا بہت کم ہوتا ہے' تو پھر ہمیں دیکھنا ہوگا کہ یہ باہمی اختلاف کس سے منقول ہے۔ اگر یہ دونوں متضاد اقوال ایک ہی مفسر کے ہوں اور وہ مختلف اسناد سے نقل کیے گئے ہوں، جن میں سے ایک سند صحیح ہو اور دوسری ضعیف' تو ایسی صورت میں صحیح سند کو ترجیح حاصل ہوگی اور دوسری متروک قرار دے دی جائے گی اور اگر صحت سند میں دونوں کا درجہ مساوی ہو تو ایسی صورت میں ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ایک قول دوسرے سے متاخر ہے تو پھر متاخر قول قابل ترجیح ہوگا اور دوسرا غیر مقبول۔ اگر متقدم و متاخر قول کا علم بھی نہ ہو پائے تو پھر دیکھا جائے گا کہ راوی سے کسی قول کا سماع ثابت ہے تو وہی مقبول ہے، اب اگر سماع بھی ثابت نہ ہوتا ہو تو پھر ایک قول کو اگر بطریق استدلال قوی قرار دیا جا سکتا ہو تو وہ راجح ہوگا اور دوسرا مرجوح اور اگر ان دونوں اقوال کے حق میں مساوی دلائل ہوں تو پھر مرادِ الٰہی پر ایمان لانا چاہیے اور دونوں میں سے کسی ایک قول کے تعین اور صحیح ہونے پر زور نہیں دینا چاہیے اور نہ ہی اس بارے زیادہ بحث و مباحثہ ہو۔
- تابعینؒ سے ہٹ کر قرآن مجید سے نکات و لطائف، استنباطات و تعریفات اور ایسے اقوال جن سے اسلاف کی تردید نہ ہو رہی ہو، بیان اور اختیار کئے جا سکتے ہیں، کیونکہ قرآن مجید میں تدبر و تفکر کے دروازے قیامت تک کے لیے کھلے ہیں۔

چند اہم نکات

* تابعینؒ کے تفسیری اختلافات کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے اس دور کے تاریخی، سماجی اور سیاسی حالات پر گہرائی سے تحقیق کی جائے۔ مختلف علاقوں، جیسے مکہ، مدینہ، کوفہ اور بصرہ میں رائج علمی، ثقافتی اور سیاسی اثرات کا جائزہ لیا جائے تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ یہ عوامل تفسیری سوچ پر کیسے اثرانداز ہوئے۔ اس تحقیق سے معلوم ہوگا کہ کس طرح مخصوص حالات نے تابعینؒ کی قرآنی تشریحات کو متاثر کیا اور یہ اختلافات اسلامی فکر میں کیا کردار ادا کرتے ہیں۔
* اسی طرح تفسیری اختلافات کے پیچھے موجود اصول و قواعد پر جامع تحقیق کی جائے۔ اس میں ہر تابعی کے تفسیر کرنے کے بنیادی اصولوں کا تجزیہ کیا جائے، مثلاً کسی نے زیادہ تر زبانی روایات پر انحصار کیا جبکہ دوسروں نے قیاس یا اجتہاد سے کام لیا۔ تابعینؒ کے مابین اختلافات کو سمجھنے کے لئے ان کے طریقہ کار کی واضح تفہیم ضروری ہے۔
* تابعینؒ کے تفسیری اختلافات پر ان کے فقہی رجحانات اور مکاتبِ فکر بھی اثرانداز ہوتے ہیں۔ ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ کیسے تابعینؒ کے فقہی رجحانات، جیسے احناف، مالکی یا شافعی اصول نے ان کی تفسیر پر اثر ڈالا۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

* تابعینؒ کی تفاسیر میں روایتی اور لغوی پہلوؤں کے مابین فرق پر بھی غور کیا جائے۔ لُغوی تفسیر میں عربی زبان کے گہرے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے، جبکہ روایتی تفسیر میں احادیثِ مبارکہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے اقوال پر انحصار کیا جاتا ہے۔ ضروری ہے کہ دونوں طریقوں کی تقابلی تحقیق کی جائے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ تابعینؒ نے قرآن کریم کی آیات کو مختلف لغوی اور روایتی اصولوں کے مطابق کیسے سمجھا اور یہ اختلافات کن بنیادوں پر نمودار ہوئے۔

خلاصہ کلام

تفسیرِ قرآن میں تابعینؒ کا کردار اور ان کے درمیان اختلافات اسلامی علمی ورثے کا ایک اہم حصہ ہیں۔ تابعین کا اندازِ تفسیر قرآن ایک بہت ہی منظم، معتدل، اور فہمی طریقہ تھا جس میں قرآن کے معانی کو درست طور پر سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کی گئی۔ انہوں نے صحابہ کرامؓ کی روایات، اسبابِ نزول، لغت، اور اجتہاد کا استعمال کیا تاکہ قرآن کے پیغامات کو بہترین طریقے سے سمجھا جا سکے اور انسانوں کے لیے ان کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔ اس کے علاوہ تابعینؒ نے قرآن کی آیات کو ان مختلف طریقوں سے بھی سمجھا اور تشریح کی، جو ان کے تعلیمی پسِ منظر، جغرافیائی حالات اور اجتہادی سوچ پر منحصر تھے۔ تابعینؒ کے درمیان اختلافات تفسیر کے تنوع اور تضاد کی صورت میں ظاہر ہوئے، جو قرآن کے فہم کو وسیع اور متنوع بنانے میں معاون ثابت ہوئے۔ تابعینؒ کے اختلافات کی بڑی وجوہات میں ان کا علمی پسِ منظر، روایات کا فرق، جغرافیائی حالات اور اجتہاد شامل ہیں۔ ان میں سے ہر وجہ تابعینؒ کی تفسیر پر اثر انداز ہوئی۔ مثال کے طور پر بعض تابعینؒ نے براہِ راست صحابہ کرامؓ سے علم حاصل کیا، جبکہ دیگر نے مختلف مدارس سے تعلیم حاصل کی، جس کی وجہ سے ان کی تشریح میں تنوع پیدا ہوا۔ تابعینؒ کے درمیان اختلافات کی اقسام میں اختلافِ تنوع، اختلافِ تضاد، اختلافِ تعبیر اور اختلافِ روایت شامل ہیں۔ اختلافِ تنوع اس وقت ہوتا ہے جب مختلف تابعینؒ ایک ہی آیت کو مختلف زاویوں سے دیکھتے ہیں۔ اختلافِ تضاد اس وقت ابھرتا ہے جب ان کی تشریحات میں تضاد پیدا ہوتا ہے۔ اختلافِ تعبیر اس وقت سامنے آتا ہے جب ایک ہی آیت کی تشریح میں مختلف تعبیریں پیش کی جاتی ہیں، اور اختلافِ روایت اس وقت ہوتا ہے جب روایات یا سند میں فرق ہوتا ہے۔

یہ اختلافات قرآن کی گہرائی اور معنویت کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں اور اسلامی علمی روایت میں تنوع پیدا کرتے ہیں، جس سے مسلمانوں کو قرآن کو مختلف زاویوں سے سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

اسی طرح تابعیؒ کے تفسیری قول کو حجت قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس کے حجتِ شریعہ ہونے کے دلائل قوی نہیں ہیں، لیکن بہرحال تابعیؒ کا قول بعد والوں کے قول سے بہتر ہے، اس لیے کہ انہوں نے تفسیر صحابہؓ سے سیکھی ہے اور عربی سلیقے سے بھی نسبتاً بہتر واقف ہیں۔ بالخصوص مجاہدؒ، عکرمہؒ، سید بن جبیرؒ، عطا بن ابی رباحؒ، حسن بصریؒ، مسروقؒ، سعید بن المسیبؒ، ابو العالیہؒ، ربیعؒ، قتادہؒ اور ضحاکؒ جیسے کبار تابعینؒ کے اقوال، جب کہ سندِ صحیح سے ثابت ہوں، مفسرین کے ہاں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

References

[1] Ibn~e tayy'miyah, ahmad bin abdul haleem, muqad'da'ma Usool~e taf'seer, muturjam: mola'na abdul Razzaq maleeh'aa'badi, mak'taba al'salafi'yah, Lahore, Pakistan, 2001, p. 34,35.
[2] Ibn~e tayy'miyah, ahmad bin abdul haleem, muqad'da'ma Usool~e taf'seer, muturjam: mola'na abdul Razzaq maleeh'aa'badi, mak'taba al'salafi'yah, Lahore, Pakistan, 2001, p.15.
[3] Al-Ṭabarī, Muḥammad bin Jarīr. Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān. Jild 1. Bayrūt: Dār al-Turāth, 1404 A.H / 1984 A.D., p. 21.
[4] Ibn~e tayy'miyah, ahmad bin abdul haleem, muqad'da'ma Usool~e taf'seer, muturjam: mola'na abdul Razzaq maleeh'aa'badi, mak'taba al'salafi'yah, Lahore, Pakistan, 2001, p.21.
[5] Al-Ṭabarī, Muḥammad bin Jarīr. Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān. Jild 1. Bayrūt: Dār al-Turāth, 1404 A.H / 1984 A.D., p. 75.
[6] Ibn ʿAbbās, Tafsīr Ibn ʿAbbās, Maṭbūʿah Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2002, Jild 1, p. 35.
[7] Ibn Jarīr al-Ṭabarī, "Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān", Dār al-Fikr, Bayrūt, 1987, Jild 2, p. 95.
[8] Ibn Kathīr, "Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm", Dār Ṭayyibah, Riyāḍ, 1999, Jild 1, p. 290.
[9] Ibn Kathīr, Tafsīr Ibn Kathīr, Nāshir Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, 1998, Jild 1, p. 560.
[10] Ibn Jarīr al-Ṭabarī, "Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān", Dār al-Fikr, Bayrūt, 1987, Jild 5, p. 155.
[11] Ibn Ḥazm, "Al-Muḥallā", Dār al-Fikr, Bayrūt, 1990, Jild 9, p. 238.
[12] Al-Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, Nāshir Dār al-Fikr, Bayrūt, 1985, Jild 1, p. 145.
[13] Ibn Jarīr al-Ṭabarī, "Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān", Dār al-Fikr, Bayrūt, 1987, Jild 1, p. 143.
[14] Ibn Kathīr, "Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm", Dār Ṭayyibah, Riyāḍ, 1999, Jild 1, p. 16.
[15] Ibn Jarīr al-Ṭabarī, "Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān", Dār al-Fikr, Bayrūt, 1987, Jild 16, p. 67.
[16] Tafsīr Ibn Kathīr, "Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm", Dār Ṭayyibah, Riyāḍ, 1999, Jild 3, p. 305.
[17] Al-Zamakhsharī, Al-Kashshāf ʿan Ḥaqāʾiq Ghawāmiḍ al-Tanzīl, Nāshir Dār al-Kitāb al-ʿArabī, Bayrūt, 1987, Jild 4, p. 56.
[18] Ibn Ḥazm, "Al-Faṣl fī al-Milal wa al-Ahwāʾ wa al-Niḥal". Bayrūt: Dār al-Jīl, 1993.
[19] Mujāhid bin Jabr, "Tafsīr Mujāhid", Idārah al-Islāmiyyāt, 1994, Jild 1, p. 58.
[20] Ibn Shihāb al-Zuhrī, "Al-Zuhrī ki Tafsīr", Dār al-Salām, 2003, Jild 2, p. 104.
[21] Ḥasan al-Baṣrī, "Tafsīr Ḥasan al-Baṣrī", Maktabah Dār al-ʿUlūm, 2010, Jild 3, p. 87.
[22] Ibn~e tayy'miyah, ahmad bin abdul haleem, muqad'da'ma Usool~e taf'seer, muturjam: mola'na abdul Razzaq maleeh'aa'badi, mak'taba al'salafi'yah, Lahore, Pakistan, 2001, p.64.
[23] Abu saad, ubair~ur Rahman Mohsin, Tafsīr~e Qur'an k usool~o qawa'id, maktaba islami'yaah, Lahore, Pakistan, 2016, p.171.
[24] Ibn~e tayy'miyah, ahmad bin abdul haleem, muqad'da'ma Usool~e taf'seer, muturjam: mola'na abdul Razzaq maleeh'aa'badi, mak'taba al'salafi'yah, Lahore, Pakistan, 2001, p.65.
[25] Abu saad, ubair~ur Rahman Mohsin, Tafsīr~e Qur'an k usool~o qawa'id, maktaba islami'yaah, Lahore, Pakistan, 2016, p.172.
[26] Ibn~e tayy'miyah, ahmad bin abdul haleem, muqad'da'ma Usool~e taf'seer, muturjam: mola'na abdul Razzaq maleeh'aa'badi, mak'taba al'salafi'yah, Lahore, Pakistan, 2001, p.65.